محمد ازہر شاہ قیصرؒ
ابن علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

اور شاہ جی نے غزل سنائی.........!

۱۹۴۶ء میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبند آئے۔ ہمارے یہاں باہر مردانہ میں تشریف فرما تھے، اچھا خاصا مجمع تھا، ان دنوں انظر سلمہ، (مولانا انظر شاہ کشمیری) استاذ تفسیر دارالعلوم نہیں تھے بس صرف نظر، چھوٹی عمر تھی، انہوں نے سن رکھا تھا کہ شاہ جی کی آواز میں جادو ہے، شاہ جی سے فرمائش کی کہ شاہ جی کچھ گانا سنائیے۔ شاہ جی انکار کیسے کرتے، استادزادہ کی فرمائش تھی۔ انظر کو سامنے بٹھا لیا۔ فرمایا کہ گوجرانوالہ میں ایک سرحدی طالب علم نے مسجد کے حجرہ میں میری دعوت کی۔ الٹی سیدھی چائے، گڑاور آٹے کا حلوہ۔ یہ کھلا پلا کر وہ طالب علم کہنے لگا کہ حضرت میں آپ کی اور بھی ضیافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مردہ بدست زندہ، اور جو کچھ بھی تمہاری تمنائیں ہیں وہ پوری کرلو، اس نے کہا کہ میں غالب کی غزل سناتا ہوں اور لہک لہک کر غالب کی یہ غزل اس طرح سنائی۔

کوئی امید بر نہیں آتے کوئی صورت نظر نہیں آتے
موت کا ایک دن معین ہے نیند کیوں رات بھر نہیں آتے
آگے آتے تھی حال دل پہ ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتے

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتے

غالب کے یہ دو چار شعر شاہ جی نے ان ہی الفاظ میں اس سرحدی طالب علم کے ترنم کے ساتھ سنائے، پھر فرمایا کہ قریب قریب ایسے ہی الفاظ کی ایک غزل قطب شاہ دکنی کی مجھے یاد ہے۔

غم دل کسی سے کہا جائے نا کہا جائے بھی تو سنا جائے نا
یہ مے کی لطافت یہ نازک سے ہاتھ پیالہ بھی ان سے دیا جائے نا
قطب شہ نہ دے اب دِوانہ کو پند دِوانہ کو کچھ پند دیا جائے نا